تم اُمَّةً وَّسَطًا بنو تو محمد ﷺ کے شایانِ شان امت بن جاؤ گے۔

تُجۡمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کی وضاحت

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۸؍ ستمبر ۱۹۹۲ء بمقام زیورچ سوئٹزرلینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَةَ الَّتِىۡ كُنۡتَ عَلَيۡهَآ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ ؕ وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴۴﴾ (البقرہ: ۱۴۴)

پھر فرمایا:۔

جس آیت کریمہ کی خطبہ شروع کرنے سے پہلے میں نے تلاوت کی ہے ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کی مساجد کی بڑھتی ہوئی ضروریات سے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت یہ خطبہ زیورچ کی مسجد سے دے رہا ہوں اور جو دوست میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اُن کے بیٹھنے کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر مسجد میں نماز کی صفیں بنائی جائیں تو یہ پورے نہیں آسکیں گے اور اس کے علاوہ اور بھی ہونگے۔ ابھی وسعت کمیٹی نہیں ہے اور ممکن ہے کل اور پرسوں حاضری اس سے بہت

زیادہ ہو جائے اس سلسلہ میں میں نے کل بھی جماعت کو عموماً توجہ دلائی تھی کہ مسجد کے لئے مناسب بڑی زمین کی تلاش کرنا آج سے بہت پہلے ہونا چاہئے تھا۔ اب بھی فوری طور پر اس کی طرف توجہ ہونی چاہئے لیکن مشکل یہ درپیش ہے کہ یہاں سوئٹزرلینڈ میں خصوصاً زیورچ اور جنیوا کے اردگرد زمینیں بے انتہا مہنگی ہیں بلکہ جاپان میں ٹوکیو جو سب سے مہنگا شہر سمجھا جاتا ہے غالباً اُس سے بھی مقابلہ کرتی ہیں۔ آج صبح سیر پر جانے سے پہلے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ایک زمین کا ٹکڑا جو تقریباً چار کنال جو ایئر پورٹ کے قریب واقع ہے وہاں مل رہا ہے۔ تو میں نے سرسری طور پہ پوچھا کہ اندازہ قیمت۔ تو وہ گزوں میں انہوں نے اندازہ قیمت بتایا تو اُس کا میں نے حساب کیا تو وہ دس لاکھ پاؤنڈ آدھے ایکڑ کا بنتا ہے اور میرے خیال میں ٹوکیو کے قریب جو جماعت نے زمین لی ہے وہ بھی اس سے سستی ہے۔ تو یہ اتنی زیادہ قیمت ہے کہ مقامی جماعت کی توفیق سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہ درست ہے کہ جن جماعتوں میں ضرورت پڑ جائے اور توفیق کم ہو یہ وقتی طور پر ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر توفیق بڑھا دیتا ہے لیکن جو ہمت کریں جماعتیں ان کے لئے ضرورت پوری ہو ہی جاتی ہے اور جو حصہ باقی رہ جاتا ہے مرکز دوسری جماعتوں کے چندہ میں سے وہ ادا کر دیتا ہے لیکن اس وقت ساری دنیا میں مساجد کی ضرورت بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور بہت کم گنجائش ہے کہ مرکزی فنڈ سے بعض جماعتوں کی مدد کی جائے جبکہ دوسری بہت بڑی جماعتیں اسی طرح محتاج ہیں کہ اُن کی ضرورتیں پوری کی جائیں تو تعداد کو بھی دیکھنا پڑے گا اور اس ملک میں جو بستے ہیں بنیادی ذمہ داری انہی کی ہوا کرتی ہے۔ وہ جاپان کی طاقت سے بڑھ کر تھا اگر چہ وہاں کی چندہ دہندگان کی قربانی کا معیار دنیا میں سب سے زیادہ اونچا ہے پھر بھی اُن کی طاقت سے بڑھ کر تھا تو اُن کو جماعت نے قرض کے طور پر تین سال کے لئے رقم مہیا کر دی۔ تو اسی طرز پر چند سالہ قرض کے طور پر اور اگر ضرورت ہو تو کچھ مدد کے طور پر یہاں کی جماعت کو بھی رقم مہیا کی جاسکتی ہے اور بہت سے ایسے نوجوان ہیں جن کو ابھی کام نہیں ملا۔ اللہ پر وہ امید رکھیں تو امید ہے کہ ایک دو سال کے اندر وہ برسرِ روزگار ہو جائیں گے تو انشاء اللہ توفیق بھی بڑھ جائے گی لیکن جگہ ایسی تلاش کریں جو توفیق اور حیثیت کے مطابق ہو۔ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ شہر کے بالکل قریب جگہ ہو اور ایئر پورٹ سے تو دور ہٹنا ہی بہتر ہے کیونکہ ہوائی اڈوں کا شور ہر وقت تنگ کرتا ہے۔ عرصے بعد جرمنی میں جگہ ملی ہے بہت اچھی، بہت کشادہ اور وقتی طور پر جماعت کی ضرورتیں

پوری کرنے والی بھی لیکن اب اس جماعت کی تعداد اللہ کے فضل سے اتنی بڑھ چکی ہے اور جماعت میں دلچسپی کا معیار اتنا بڑھ گیا ہے کہ ناصر باغ بالکل چھوٹی سی جگہ ہو کر رہ گئی تھی حالانکہ ساڑھے سات ایکڑ زمین ہے اور اب باہر ایک سو، ڈیڑھ سو ایکڑ کا رقبہ تلاش کیا جا رہا ہے۔ وہاں بھی مشکل یہی ہے کہ بہت سے ہمارے علاقہ جات ہوائی جہازوں کے شور کی نظر ہو جاتے ہیں۔ فرینکفورٹ ایئر پورٹ سے جاتے ہی جہاز جس جگہ سے گزرتے ہیں اور بار بار اتنا شور ہوتا ہے کہ بعض دفعہ لاؤڈ سپیکر پر بھی آواز صحیح سنائی نہیں دیتی۔ کوئی جگہ تلاش کریں متوازن طریق پر نمبر ایک، قیمت دیکھیں خواہ دور ہٹنا پڑے کیونکہ جو جگہیں آج دور نظر آ رہی ہیں کل دور دکھائی نہیں دیں گی اور ضروری تو نہیں کہ زیورچ کو ہی مرکز بنایا جائے۔ فاصلے پاٹنے کے لئے مرکز بنایا جائے۔ زیورچ جو مرکز بنایا گیا تھا جو جنیوا سے کتنا دور تھا اُس وقت یہ کیوں نہیں خیال آیا کہ جنیوا زیادہ اہم جگہ ہے اس سے تھوڑا دور نہیں ہونا چاہئے۔ مرکز سے بہت زیادہ دور نہیں ہونا چاہئے۔

تو دوریاں اور نزدیکیاں یہ باتیں گزرتی رہتی ہیں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ احمدی کس جگہ زیادہ آباد ہوں گے لیکن بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں بھی خدا کے فضل سے مرکز ہو وہاں احمدی ضرور آباد ہو جاتے ہیں اور مرکز بس جاتا ہے اور دوری، نزدیکی کی بحثیں اٹھ جایا کرتی ہیں۔ مسجد فضل لندن جب اُس کی جگہ خریدی گئی تو چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ جگہ تلاش کی بڑی محنت سے، اچھی جگہ تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کو لکھا کہ ہر پہلو سے بہت اچھی جگہ ہے صرف ایک خرابی ہے کہ لندن سے دور ہے۔ اب تصور کریں کہ لندن سے اُس وقت یہ جگہ دور سمجھی جاتی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جواب دیا کہ باقی باتیں ٹھیک ہیں تو دوری کی فکر نہ کریں لندن خود قریب آ جائے گا۔ اب وہ علاقہ لندن کا بہترین علاقہ ہے قیمتوں کے لحاظ سے بھی وہ بہترین رہائش کا علاقہ سمجھا جاتا ہے، امن کے لحاظ سے ہر لحاظ سے بہت اچھی جگہ ہے، ومبلڈن پاس ہے۔

تو سوئٹزرلینڈ میں زمین ہونی چاہئے باقی اردگرد کے علاقے آپ کے قریب آ جائیں گے اور جگہ اچھی لیں، کھلی لیں اور اتنی جگہ پہ ہاتھ ڈالیں جتنا کچھ نہ کچھ توفیق تو ضرور ہو۔ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بات نہ ہو کہ ساری مسجد کے چندے سوئٹزرلینڈ میں ہی کھپ جائیں اس لئے امید ہے کہ آپ اب سب اجتماعی طور پر نظر رکھیں گے اور کوئی دیہاتی علاقہ بھی نظر آ جائے کہیں بعض دفعہ فارمز

بِک رہے ہوتے ہیں، وہاں زمینیں بہت سستی ہوتی ہیں۔کوئی بڑا فارم ہو تو اُس کا جو فارم ہاؤس وہی اتنا بڑا ہوتا ہے کہ وہ اس پہ آپ کی ضرورتیں آگے چند سال تک پوری ہو سکتی ہیں اگر اُن کو منہدم کر کے مسجد بنانے کی اجازت مل جائے تو شرط صرف یہ ہے کہ اتنی عمارت وہاں ضرور موجود ہو کہ وہ ہماری آئندہ کے آٹھ دس سال کی عمارتوں کی ضرورت کو پورا کر سکے اور رقبہ بے شک زرعی ہو اُس کو ہم دوسری چیزوں میں استعمال کر سکتے ہیں، جلسے ہیں، اجتماعات ہر قسم کے، کھیل کود کے میدان ہیں ہمیں اپنی خواتین کے لئے بھی، اُن کی تفریح کے لئے جگہ مہیا کرنی ہے۔ایسے تالاب ہونے چاہئیں جس پر ہماری عورتیں، چھوٹی بچیاں وغیرہ جا کر بے تکلفی سے نہانے کی پریکٹس کریں۔ یہ احساس نہ رہے کہ ہم دنیا سے پیچھے ہیں۔اسلام خواتین کو دنیا سے پیچھے نہیں رکھتا بلکہ اُن کی حفاظت کرتا ہے۔پس جہاں حفاظت کیلئے عورت کو قربانی دینی پڑ رہی ہے اب مردوں کا کام ہے کہ اُن کی تکلیفوں کو کم کریں اور ایسی صورتیں مہیا کریں کہ اُن میں یہ احساس کمتری نہ رہے کہ ہم دنیا کی لذتوں میں جو جائز لذتیں ہیں حصہ لینے میں مردوں سے پیچھے رہ گئیں۔گھوڑے رکھے جا سکتے ہیں، تیر کمان رکھے جا سکتے ہیں، تیروں کے نشانے لگانا۔اگر اجازت ہو اور بڑا رقبہ ہو تو بعض جگہ بندوقوں کے نشانوں کے لئے بھی اجازت مل جاتی ہے۔تو اپنی خواتین کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ہے اور مرد بھی اپنی بیرونی لذتوں کو لگام دیں اور عورتوں کے لئے جگہ مہیا کریں تو پھر دونوں پہیے متوازن چلیں گے۔ورنہ یہ بالکل ناجائز بات ہے کہ عورت کو دبایا جائے۔اسلام تمہیں بالکل اجازت نہیں دیتا اور مرد جو چاہے کھلے بندوں کرتا پھرے یہ سوسائٹی میں عدم توازن پیدا کرنے والی بات ہے۔

یہ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہے اس کا تعلق بھی توازن سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اسی طرح ہم نے تمہیں وسط کی اُمت بنایا ہے۔نہ ایک انتہا کے ہو نہ دوسری انتہا کی، نہ مشرقی ہو نہ مغربی ہو، نہ اشتراکی ہو نہ Capitalist ہو، ہر پہلو سے اسلام کا مزاج متوازن رکھا ہے، بیچ کا مزاج ہے۔آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی اور قرآن کے متعلق بھی یہی باتیں بیان ہوئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا (الکھف: ۲،۳) تو اُس میں کوئی غلط جھکاؤ نہیں ہے نہ اسلام میں نہ قرآن میں نہ رسول میں۔ بلکہ قَیِّمًا ہے، بیچ میں کھڑا ہے اور مضبوطی سے

دوسروں کو بھی درست کرنے والا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو اللہ کا نور بیان کرتے ہوئے فرمایا لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ایسا نور ہے جو نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا دونوں کا سانجھا ہے۔ تو یہ مزاج ہے جو احمدیت کا مزاج ہونا چاہئے اس کے بغیر احمدیت صحت مند نہیں رہے گی۔ ہمارے اندر نہ افراط ہونی چاہئے نہ تفریط ہونی چاہئے، توازن کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگا دی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کی نگرانی کرو اور اسی غرض سے تمہیں پیدا کیا گیا ہے تو یہ شرط پوری کرنی ہوگی کہ اُمَّةً وَّسَطًا بنو۔ ایسی امت بنو جو بیچ کی ہو جس کے متعلق کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ دوسروں کی زیادہ ہوگئی بلکہ درمیان کی چیز سب کی سانجھی ہوا کرتی ہے، تو برابر کا پلڑا ہو۔ منصف مزاج ہو، یہ بھی اس میں شامل ہے، انصاف اور تقویٰ سے کام لینے والا ہو۔ اگر یہ بات جماعت کو نصیب ہو جائے اور جیسا کہ مجھے اُمید ہے اللہ کے فضل سے اکثر صورتوں میں نصیب ہے لیکن اگر ساری جماعت اس بات پر قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اگلا وعدہ بھی ضرور پورا ہو جائے گا۔ لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تا کہ تم سارے بنی نوع انسان پر نگران بنا دیئے جاؤ۔

بنی نوع انسان پر نگران بننے کے لئے یہ شرط ضروری قرار دے دی گئی کہ تم متوازن مزاج رکھتے ہو نہ مولوی ہو نہ مادر پدر آزاد۔ ملائیت کا بھی اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور عقل اور فہم اور سوسائٹی کے تقاضوں کے پیشِ نظر ہر قسم کی آزادی کا بھی اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ایک طرف مولویت کو اسلام ردّ کرتا ہے دوسری طرف آزاد منش طریقے کو بھی ردّ کرتا ہے اور یہ نہیں ہے کہ کھلے بندوں جو چاہے کرتے پھرو، توازن بہت ضروری ہے، بیچ کی راہ اختیار کرنا ضروری ہے فرمایا اگر تم یہ کرو گے تو پھر تمہیں ضرور بنی نوع انسان پر نگران بنایا جائے گا اور اُس کی مثال کیا دی ہے کتنی عظیم الشان مثال ہے فرمایا وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا تب محمد مصطفی ﷺ کے تم شایان بنو گے کہ وہ تمہارے شہید بنیں، تم پر نگران بنیں۔ آپ کیونکہ وسطی ہیں، آپ کیونکہ نہ مشرق کے ہیں نہ مغرب کے، کیونکہ آپ میں کوئی کجی نہیں اس لئے آپ میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی نگرانی کی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ خود تو امت کے ساتھ نہیں رہنا تھا اس لئے آپؐ کا مزاج سمجھا دیا گیا اور فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محمد رسول اللہؐ ہی تمام بنی نوع انسان پر نگران رہیں اور اس کے بغیر بنی نوع انسان بچ نہیں سکتے تو تمہیں محمد مصطفی ﷺ کی نمائندگی کرنی ہوگی اور اُن کی

نمائندگی کرنے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ تمہارا مزاج متوازن ہو۔ نہ دائیں طرف جھکنے والے بنو نہ بائیں طرف، نہ ایک افراط کی طرف نہ دوسری تفریط کی طرف۔

اس معاملہ میں اگر آپ لوگ مزاج درست کر لیں تو بہت سے ایسے معاملات ہیں جہاں فتوے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہر قسم کے حالات میں یہ مزاج آپ کے لئے بہترین فتویٰ مہیا کر دیتا ہے اور طبیعتوں میں کجی، ٹیڑھا پن، ٹھوکروں کے احتمالات یہ سارے اُٹھ جاتے ہیں۔ مثلاً یہ ممالک جہاں فاصلے لمبے ہیں۔ جہاں اکٹھا ہونا ایک جگہ آسان کام نہیں۔ یہاں جب آپ اجتماعات پر اکٹھے ہوتے ہیں تو نمازیں جمع کی جاتی ہیں۔ جو مولوی مزاج ہے جو ایک طرف کی سوچتا ہے وہ یہ کہے گا کہ جی احمدیوں میں تو نماز کا پورا احترام ہی نہیں رہا، نمازیں جمع کرنے میں جلدی کرنے لگ گئے ہیں حالانکہ ملک کا تقاضا جس مقصد سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں، دینی اغراض اور اُس کی مصروفیات، اُن کا تقاضا اور آنحضرت ﷺ کا متوازن مزاج اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جہاں جمع کرنے کے لئے جواز موجود ہو وہاں ضرور جمع کی جائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ نے ایسی حالت میں بھی نمازیں جمع کیں جبکہ نہ بارش تھی، نہ خطرہ، نہ سفر صرف دینی اجتماع تھا اور دینی اجتماع کا یہ تقاضا تھا کہ باقی چیزوں میں کیونکہ وقت خرچ کرنا ہے اور وہ بھی دین ہی کے خدمت کے کام ہیں اس لئے جہاں خدا نے سہولت دی وہاں نمازیں جمع کر لی جائیں لیکن ایک مولوی مزاج اس پر اعتراض کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

دوسری طرف آزاد منش لوگ یہ نہیں سوچتے کہ یہ نمازیں جمع کرنے کی اجازت خاص قومی دینی ضرورتوں پر ہے نہ کہ روزمرہ کی زندگی میں۔ یہ تو نہیں ہے کہ آپ کو چھٹی ہو۔ چونکہ آپ نے اجتماعی دینی کاموں کے وقت نمازیں جمع کی ہیں اس لئے روزمّرہ عادت ہی بنا لیں، ظہر کو عصر کے ساتھ جمع کیا جا رہا ہے اور مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کیا جا رہا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ کے اندر توازن نہیں ہے۔ توازن کے نتیجے میں ایک طرف انتہا پسندی سے بچنا ہے تو اُسی توازن کا تقاضا ہے کہ دوسری طرف کی انتہا پسندی سے بھی بچیں۔ یہ تو نہیں جمع والے حصے میں آپ مزاج درست کر لیں کہ ہاں جی جمع کرنے کی اجازت ہے کوئی بات نہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور جہاں الگ الگ پڑھنے کا حکم ہے وہاں کہیں، نہیں ہمیں مشکل ہے ہمارے لئے۔ پنجابی میں کہتے ہیں ’’میٹھا میٹھا ہڑپ

تے کوڑا کوڑا تھوتھو' کہ جب کسی پیارے کی طرف سے چیز ملتی ہے تو یہ تو نہیں ہوا کرتا کہ میٹھا کھالو اور کڑوا تھوتھو کرنا شروع کر دو۔ دونوں طرف برابر کی بات رکھنی چاہئے اگر ایک چیز احتراماً پسند ہے تو دوسری چیز بھی احتراماً پسند ہونی چاہئے۔ایک بادشاہ کے متعلق آتا ہے کہ اُس کا ایک غلام اس کو بہت ہی پیارا تھا، بے حد عزیز اور دوسرے وزیر اُس سے جلتے تھے اس نے اُس کو وزیروں پر بڑا نگران بنایا ہوا تھا۔ دوسرے بڑے لوگ سارے اُس سے جلتے تھے اور اکثر بادشاہ کے کان بھرا کرتے تھے کہ اس میں کیا بات ہے جو آپ کو پسند ہے یہ تو کوئی ایسا خاص عالم فاضل نہیں ہے، ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا، کونسی یہ آپ سے زیادہ وفا کرتا ہے؟ ہم ہر طرف سے زیادہ خاندانی حسب نسب والے لوگ اور معاملات حکومت کو سمجھنے والے ہیں۔ اس کو کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ ایک دفعہ ایک سردا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا بھرے دربار میں جو بہت دور سے آیا تھا۔ سردے میں یہ بات ہے کہ بعض دفعہ بہت ہی کڑوا نکلتا ہے۔ میں نے بھی چکھ کے دیکھا ہوا ہے ایسا سردا۔ عام طور پہ بڑا اچھا ہوتا ہے لیکن بعض سردے غیر معمولی کڑوے جس طرح بادام کڑوا ہو جاتا ہے اس طرح سردا بھی کڑوا ہو جاتا ہے تو سردا بہت کڑوا تھا۔ تو بادشاہ نے پہلے اپنے اُس غلام کو جو سب سے زیادہ عزیز تھا ایک کاش کاٹ کر دی تو اُس نے کاش لی اور جھوم جھوم کر کھانا شروع کیا۔ سب دیکھنے والے سمجھے کہ بہت ہی مزیدار ہے۔ اُس پر اس نے دوسری کاش کاٹ کے اُس وزیر کو دی جو سب سے زیادہ اعتراض کیا کرتا تھا۔ اُس نے ابھی چکھی تھی تو تھوکنے کیلئے باہر بھاگا اور کہا کہ اتنا گندہ سردا، زندگی میں ایسا سردا کبھی نہیں دیکھا۔ تو بادشاہ نے کہا بس یہی فرق تھا جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔ یہ ہمیشہ میرے ہاتھوں سے اچھی چیزیں کھاتا ہے لیکن ایک دفعہ بُری بھی ملی تو کتنی قدر کی ہے اس نے۔ اس کو دینے والے ہاتھ سے پیار ہے چیز سے نہیں ہے اور تمہیں چیزوں سے پیار ہے دینے والے ہاتھ سے نہیں ہے۔ یہی معاملہ خدا کے پاک بندوں کا اللہ تعالیٰ سے ہوا کرتا ہے۔ اُس سے بھی وہ اس وجہ سے محبت رکھتے ہیں کہ وہ خدا ہر چیز کا دینے والا ہے، کبھی اُس کی کڑوی تقدیر بھی آجاتی ہے، اُس سے بھی وہ پیار کرتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ اچھی تقدیر پر سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھنا شروع کر دیا اور بری تقدیر پر اعتراض شروع کر دیئے کہ عجیب خدا ہے ہمیں مصیبت میں ڈال دیا۔

پس اس معاملے میں بھی مزاج کا درست رکھنا ضروری ہے۔ جہاں مزاج کا توازن یہ تقاضا

کرتا ہے کہ نمازیں جمع کریں وہاں کریں وہاں نمازیں جمع نہ کرنا نا مناسب ہے لیکن جہاں یہ تقاضا کرتا ہے کہ نمازیں الگ الگ پڑھی جائیں وہاں الگ الگ ہی نمازوں پر نگران ہونا پڑے گا، ظہر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنی ہوگی، عصر کی نماز عصر کے وقت پڑھنی ہوگی۔ گھروں میں کوئی جواز نہیں کہ آپ یہ گندی عادت آئندہ اپنی نسلوں میں بھی منتقل کر دیں لیکن ان علاقوں میں بسنے والوں میں عموماً میں نے یہ نقص دیکھا ہے کہ اجتماعی نمازیں تو شوق سے جمع کر کے پڑھتے ہیں کہ اجازت ہے اور انفرادی نمازیں بغیر اجازت کے جمع کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی اس زمانے کا تقاضا، اس زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ نمازیں اکٹھی پڑھی جائیں۔ یہ بالکل ناجائز بات ہے، بالکل غلط ہے۔ اس زندگی کا اور دنیا پرستی کی زندگی کا تقاضا ہے کہ خدا کو زیادہ یاد کیا جائے ورنہ آپ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ جتنا زیادہ دنیا آپ کو اپنی طرف کھینچتی ہے اُتنا ہی خدا کی یاد پر آپ کو نگران ہونا پڑے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں نماز کے متعلق وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى جو فرمایا یہ بیان نہیں فرمایا کہ صلوٰۃ وسطی کیا چیز ہے۔ فرمایا نمازوں کی نگرانی کرو، اُن کی حفاظت کرو حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ. صَلوَات پر نگران رہو۔ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى لیکن خصوصیت سے وُسطیٰ نماز کی حفاظت کرو۔ اب مختلف علماء مختلف تشریحیں کرتے رہتے ہیں، جب سے قرآن نازل ہوا ہے مختلف علماء نے مختلف نظریے پیش کئے، کوئی عصر کی نماز کو وسطیٰ کہتا ہے، کوئی صبح کی نماز کو، کوئی عشاء کی نماز کو لیکن قرآن کی فصاحت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ عمداً اس کو خالی چھوڑ دیا، تشریح کے بغیر، وضاحت کئے بغیر کہ وسطیٰ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور جماعت میں دیگر علماء نے بھی اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ وُسطیٰ سے مراد وہ نماز ہے جس کی ادائیگی سب سے زیادہ مشکل ہو، جو بعض کاموں میں پھنسی ہوئی نماز ہو۔ ایسی نماز جو صبح کی نماز نیند کی حالت میں پڑھنی مشکل ہو جائے۔ ایسی نماز جو ظہر کی نماز ہو مگر کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے مشکل ہو جائے اَور کسی وجہ سے کوئی نماز مشکل ہو جائے۔ مثلاً قافلہ دیر میں کہیں سے سفر میں واپس پہنچتا ہے یا اکیلا مسافر دیر میں واپس آتا ہے۔ رات کو کھڑا ہونا اُس کیلئے مشکل ہو جاتا ہے تو عشاء کی نماز بھی وُسطیٰ بن جاتی ہے۔ تو ہر وہ نماز جو مشکل میں پھنس چکی ہو اور جس کی ادائیگی مشکل ہو اس کو وسطیٰ قرار دیا۔ پس مغرب میں رہنے والوں کے لئے ظہر بھی وسطیٰ بن جاتی ہے اور عصر بھی وسطیٰ بن جاتی ہے اور مغرب بھی اور عشاء بھی۔ ان معنوں

میں وسطیٰ بنتی ہیں کہ ان کی نگرانی کرو ان کی حفاظت کرو اور ان کو وقت پر الگ الگ وقت پر سجا کے پڑھو۔

جو طلبہ اعتراض کرتے ہیں یونیورسٹیوں میں ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا یا جگہ نہیں ہوتی یہ سب غلط باتیں ہیں قرآنِ کریم نے جو احکامات دیئے ہیں اس کے مطابق سہولتیں بھی ویسی ہی مہیا فرما دی ہیں۔ اب کوئی عیسائیت یا ہندومت تو نہیں ہے کہ جس میں عبادت کے لئے آپ کو لازماً چرچ میں یا مندر میں پہنچنا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ (مسلم کتاب المساجد حدیث نمبر: ۸۱۰) جہاں فرائض سخت مقرر کر دیئے وہاں سہولتیں بھی مہیا فرما دیں۔ پس دفتر میں دو گز جگہ مل جائے تو وہی نماز کے لئے کافی ہے۔ سکول اور کالج میں اگر اندر جگہ نہیں ملتی تو باہر نکل کر برآمدوں میں کھڑے ہو کر کوئی نہ کوئی جگہ حاصل کی جا سکتی ہے اور میرا یہ تجربہ ہے کہ اساتذہ بھی تعاون کرتے ہیں۔ اگر ان کو یہ بتا دیا جائے کہ ہماری نماز کے یہ اوقات ہیں اور چند منٹ کی بات ہے اگر آپ اجازت دیں۔ تو میرے علم میں تو آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا یعنی جب تک میں یہاں پڑھا کرتا تھا کہ کبھی ایک استاد نے بھی انکار کیا ہو بلکہ ایک دفعہ ایک استاد میرے لئے جگہ تلاش کرنے کے لئے میرے ساتھ چلے۔ ایک فلور پر نہیں دوسرے فلور پر ساتھ گئے۔ میں ان کو کہتا بھی رہا کہ رہنے دیں میں ڈھونڈ لوں گا۔ کہنے لگے نہیں نہیں میرا کام ہے، میں آپ کو ڈھونڈ کے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک کمرے میں انہوں نے کہہ کر جگہ بنوائی کہ اس نے نماز پڑھنی ہے اسے سہولت دو۔ تو بڑے نیک لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ آپ اگر بتا دیں کہ خدا کی خاطر ہم نے چند منٹ عبادت کرنی ہے وقت چاہئے، تھوڑی سی صاف جگہ چاہئے تو لوگ آپ سے تعاون کریں گے۔

توازن پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ توازن کے دونوں طرف کے تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ ایک انتہاء کے بھی ہوتے ہیں، دوسری انتہاء کے بھی ہوتے ہیں۔ ایک طرف کے نہیں ہوا کرتے۔ اسی کا نام توازن ہے، اسی کا نام اُمَّةً وَّسَطًا ہے یعنی ایسی امت جو بیچ میں واقع ہو۔ پس آپ کو مغرب میں رہ کر اپنے مزاج کو اُمَّةً وَّسَطًا کا مزاج بنانا ہوگا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مزاج بنانا ہوگا۔ تب قومیں آپ کے سپرد کی جائیں گی کہ آپ ان کی تربیت کریں۔ اس کے بغیر آپ تربیت کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔

اسی طرح آپ کے دوسرے نیک تقاضے ہیں۔ جو مغرب میں بسنے کے نتیجے میں پیدا

ہوتے ہیں۔عورتوں کے لئے پردے کا مضمون ہے، مردوں کے لئے بغیر برقعے کے اپنی حفاظت کا مضمون ہے، ان سب چیزوں میں حتی المقدور افراط اور تفریط سے بچنا بڑا ضروری ہے ورنہ آپ ان قوموں کی تربیت نہیں کرسکیں گے۔سوئٹزرلینڈ میں مَیں نے دیکھا ہے کہ یا تو مذہب بالکل ہی اٹھ چکا ہے،کوئی نشان بھی باقی نہیں رہا یا وہ مذہبی ہیں جو بہت ہی متعصب ہیں اور افراط کے دوسرے کنارے پہ پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ایسی قوم کا مزاج درست کرنا جس میں مذہب بھی ہو اور ساتھ کریک بھی ہو تھوڑا سا۔دماغی حالت ہی ٹیڑھی ہو اور وہ ہمارے مولویوں کی طرح ایک مولویانہ مزاج رکھتا ہو اور دوسری طرف بالکل مادر پدر آزاد خدا کے قائل نہیں، مذہب کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ان دو انتہاؤں کے درمیان آپ نے زندگی بسر کرنی ہے اور دونوں کے مزاج درست کرنے ہیں اس لئے آپ کو اپنی ساری زندگی کا مزاج ٹھیک کرنا ہوگا۔

قرآن کریم نے جب یہ فرمایا تو اس میں یہ مضمون بھی بیان فرما دیا کہ وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں اور روح کو بھول جاتے ہیں وہ اُمَّةً وَّسَطًا کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ آیت جب پوری پڑھیں تو آگے اس مضمون کی کھل کے سمجھ آجاتی ہے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ بظاہر ایسی بات کر دی جس کا پہلے مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اور مفسرین بھی اس معاملے میں اٹک جاتے ہیں کہ بات ہو رہی ہے ہم نے تمہیں اُمَّةً وَّسَطًا بنایا۔بیچ کی امت بنایا اور اس لئے بنایا تا کہ بنی نوع انسان کی نگرانی فرماؤ۔اور اس لئے بنایا تا کہ تمہارا مزاج رسول کے مزاج کے مطابق ہو جائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں تم اُمَّةً وَّسَطًا بنو تا کہ ساری دنیا کی نگرانی کر سکو اس کے معاً بعد فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اس غرض سے بنایا تھا کہ تا کہ ہم جان لیں کہ کون ہے جو رسول کی اتباع کرتا ہے اور کون ہے جو اس سے پیٹھ پھیر کر ایڑھیوں کے بل پھر جاتا ہے،اس مضمون کا وَسَطًا والے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

یہ جو دوسرا مضمون بیان ہوا ہے اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ بیت المقدس کا

قبلہ چھوڑ دو اور خانہ کعبہ کو قبلہ بناؤ۔ اس گھر کو قبلہ بناؤ جو سب سے پہلے خدا کا گھر تھا۔ اس پر ایک فتنہ پیدا ہوا اور کچھ لوگوں نے روگردانی کی یہ کیا بات ہوئی، پہلے یہ قبلہ پھر وہ قبلہ کیا خدا کو نہیں پتا تھا کہ اس کا قبلہ کون تھا اس قسم کی بیہودہ باتیں شروع ہو گئیں تو اُمَّةً وَّسَطًا کے مضمون کے ساتھ خدا نے اس مضمون کو کیوں باندھ دیا یہ وہ معاملہ ہے جو غور طلب ہے۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ اُمَّةً وَّسَطًا بنتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی سطحی باتوں پر نظر نہیں رکھتے، چھوٹی چھوٹی ظاہری باتوں پر نظر نہیں رکھتے۔ وہ نظر رکھتے ہیں رسول اور خدا پر اور اس کے مزاج کے پیچھے چلنے والے ہوتے ہیں۔ جو لوگ چھوٹی چھوٹی ظاہری سرسری باتوں پر نظر رکھتے ہیں ان کے لئے ہمیشہ ٹھوکر کا مقام آتا ہے۔ پس کچھ ایسے لوگ تھے جن کو آنحضرت ﷺ سے محبت تھی اور آپ کا دین محمد رسول اللہ کی وساطت سے اللہ تک پہنچتا تھا۔ یا یوں کہنا شروع چاہئے کہ آپ کے دین کی راہ میں جو قبلہ تھا وہ اللہ تھا لیکن اس قبلے کے بیچ میں قبلہ نما محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود تھا جو ہمیشہ وہ قبلہ دکھاتا تھا۔ ان کا تو یہی دین تھا کہ جس طرف محمد رسول اللہ کا رُخ ہوا اسی طرف خدا ہو گا بس کیونکہ قبلہ نُما آپ ہیں اور دوسرے دنیاوی قبلوں کی کوئی بھی حیثیت ان کی نظر میں نہیں تھی اس لئے اس بحث میں وہ پڑے ہی نہیں کہ بیت المقدس کا کیا مقام ہے، کب خدا نے اس کو خاص پاکیزگی بخشی، کتنی دیر کے لئے بخشی، کن قوموں کے لئے وہ پاکیزگی مقدر تھی۔ ان رسمی بحثوں میں پڑے بغیر وہ صرف یہ جانتے تھے کہ قبلہ خدا ہے اور قبلہ نما محمد رسول اللہ۔ جس طرف اس کا رُخ ہو گا اسی طرف خدا ملے گا اس لئے چھوٹی چھوٹی رسمی باتیں ان کی راہ میں حائل نہیں ہوئیں۔ ادنیٰ سے تردّد کئے بغیر انہوں نے فوراً قبلہ بدل دیا لیکن وہ لوگ جو ظاہر پرست لوگ ہوتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنی اہمیت دے دیتے ہیں کہ دین کی روح بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی نمازوں کے متعلق ہمیں پتا چلتا ہے کہ بعض دفعہ امام حسن اور امام حسین آپ کے کندھوں پر سوار ہو جایا کرتے تھے، جب آپ سجدے میں ہوتے تھے تو آپ پیار سے ان کو سنبھال کر ایک طرف اتار کر پھر کھڑے ہوا کرتے تھے (مسند احمد جلد ۵ صفحہ: ۳۸،۳۷)۔ ایک دفعہ کہتے ہیں ایک پٹھان مجلس میں ایک استاد اس حدیث پر گفتگو کر رہا تھا اور اس سے پہلے یہ بتا چکا تھا کہ نماز میں کوئی حرکت نماز کے علاوہ کی جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ کسی کو پکڑا جائے کسی کو سنبھالا جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے تو ایک شاگرد نے فوراً کہا تو پھر نعوذ باللہ کیا رسول اللہ ﷺ کی نماز ٹوٹ گئی؟

اب سوال یہ ہے کہ یہ ہے جہالت ۔ہم نے جو کچھ سیکھا ہے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ قواعد مترتب ہوئے ۔ان قواعد کے خلاف اگر کوئی آنحضرت ﷺ کی کوئی سند سامنے آجائے آپ کا فعل ایسا سامنے آجائے جوان قواعد کے خلاف ہے تو اس فعل کوان قواعد سے نہیں ناپا جائے گا بلکہ قواعد درست کئے جائیں گے۔ یہ کہا جائے گا کہ یہ قواعد بناتے ہوئے ہم سے غلطی ہوگئی آنحضور ﷺ کے سارے افعال کو پیشِ نظر رکھ کر یہ نہیں بنائے گئے ۔بعض افعال ایسے تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ ان قواعد میں استثناء ہونا چاہئے تھا۔

تو اصل قبلے کی پہچان ضروری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دین ہم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے اور جو بات آپؐ سے ثابت ہے اس پر کسی دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں۔فقہ نے جو قواعد بنائے ہیں اگران کی نظر میں وہ بات نہیں آئی تو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ آج کے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کی سنت کو دوبارہ زندہ کیا ہے۔ایک احمدی کے لئے یہی کافی ہے کہ قبلہ نُما محمد رسول اللہ ہیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ دکھانے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ آپؑ کا رُخ کسی اور طرف ہو۔ جس طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رُخ ہوگا لازماً وہیں محمد رسول اللہ ملیں گے۔

پس یہی نمازیں جمع کرنے والا مسئلہ ہے، اس کے متعلق بعض لوگ جو مولویانہ مزاج رکھتے ہیں اعتراض کر دیا کرتے ہیں یعنی اجتماعی ضرورت کے وقت ، دینی ضرورت کے وقت نمازیں جمع ہوتی ہیں اور بعض لوگ باہر سے آنے والے کہتے ہیں کہ یہ کیا جماعت میں گندی عادت پڑی ہوئی ہے۔ بات بات پر نمازیں جمع کر لیتے ہیں لیکن دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قبلہ چونکہ محمد رسول اللہ کی طرف تھا اور آپ کے رستے سے خدا کی طرف تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے چودہ سوسال پہلے امت کے شک دور کرنے کے لئے یہ بات بیان فرما دی تُـجْـمَـعُ لَـهُ الـصَّلٰوةُ. (مسند احمد باقی مسند المکثرین حدیث نمبر:۷۵۶۲) مسیح جب آئے گا وہ ایسے زمانے میں آئے گا کہ اس کے لئے نمازیں جمع کروائی جائیں گی۔اس کے لئے سے مراد ہے اس کی خاطر اکٹھے ہوں گے، دینی کاموں کے لئے اکٹھے ہوں گے، ہر موقع پر نہیں۔اہم دینی تقریبات جو مسیح کی اغراض و مقاصد کی خاطر منعقد کی جائیں گی ان میں نمازیں جمع کروائی جائیں گی لیکن یاد رکھیں یہاں انفرادی نماز کا ذکر

ہی کوئی نہیں ہے۔

تُجۡمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کا مطلب ہے اجتماعی نماز کیونکہ نمازیں جمع کروانے کا مطلب ہے ایک سے زیادہ آدمی اس میں شریک ہیں۔ انفرادی نماز کے متعلق یہ آ ہی نہیں سکتا کہ تُجۡمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ کہ مسیح کی خاطر کوئی اکیلا بیٹھا نمازیں جمع کر رہا ہوگا۔ یہ تو مضمون اس کا بنتا ہی نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے جب سبق حاصل کریں تو اپنا ذہنی توازن نہ چھوڑا کریں، اس کو قائم رکھا کریں۔ مراد یہ ہے کہ جب اجتماعی ضرورتیں، دینی ضرورتیں جن کا مسیح موعود کی جماعت سے تعلق ہوگا، مسیح موعود کی اغراض و مقاصد سے تعلق ہوگا وہ پیش ہوں گی تو محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس میرے مسیح کے لئے نمازیں جمع کروائی جائیں گی اور کسی کا کام نہیں کہ اعتراض کرے لیکن کسی کا یہ حق بھی نہیں ہے کہ اس حدیث کو کھینچ تان کر اپنی انفرادی نمازیں جمع کرنے کا جواز حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ہے نماز، اوقات مقرر شدہ ہیں ان پر ہر شخص کا فرض ہے کہ ضرور ادا کرے اور اتنی زیادہ ضروری ہیں کہ ایسی جگہوں میں جہاں مساجد کے فاصلے بہت دور دور ہوتے ہیں بلکہ آپ کے ملک میں تو ایک ہی مسجد ہے یعنی مسجد زیورچ اور آپ میں ایسے ہیں جو سینکڑوں میل دور رہتے ہیں۔ تو وہاں نماز کا تصور ہی اٹھ جائے گا اگر آپ نے نماز کی حفاظت نہ کی۔ مساجد نماز کی حفاظت کرتی ہیں۔ گھروں میں اگر آپ نے نماز سے غفلت کی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگلی نسلیں نماز کی ضرورت سے ہی بے خبر ہو جائیں گی اور جمع کرنے کی عادت بہت ہی گندی عادت ہے گھروں میں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ خود اپنے ہاتھوں سے نسلوں کو تباہ کر رہے ہوتے ہیں اس لئے میں آپ کو صرف یہ نہیں کہتا کہ نمازیں جمع نہ کریں گھروں میں۔ مَیں یہ کہتا ہوں کہ گھروں میں باجماعت نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ وہ لوگ جو یہاں بعض ایسے نوجوان اسائیلم کے لئے آئے ہیں ان کو دور دراز ایسی جگہوں میں انہوں نے ٹھہرایا ہے حکومت نے، جہاں دو یا تین احمدی ہیں بس، دور نزدیک کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کا فرض ہے کہ اگر دو ہیں تو دونوں مل کر نمازیں اکٹھی پڑھیں اور جہاں تک ممکن ہے وقت کے اوپر نمازیں ادا کریں۔ جو زائد وقت ہے اس میں وہ دینی تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ ہم تو پڑے پڑے بور ہو رہے ہیں، زندگی اجیرن ہو گئی ہے، کیا کریں۔ کھلی جگہ ان کو الگ ملی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے بہت سے دینی کام ان کے سپرد کر رکھے ہیں۔ زبانیں سیکھنے کے لئے عام آدمی کو زندگی میں وقت نہیں ملتا۔ قرآن

اور حدیث سیکھنے کے لئے بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو پہلے موقع ہی کبھی نہیں ملا۔ تو مرکز سے رابطہ کریں ان سے لٹریچر منگوائیں ان سے کیسٹس منگوائیں، ویڈیوز منگوائیں اپنے پروگراموں کو دلچسپ بنائیں۔ بوریت تو آپ کی اندرونی حالت کا نام ہے۔ ایک انسان جس کی اندرونی حالت میں تازگی پائی جائے اور زندگی کے اندر دلچسپی کا طریقہ ہو وہ تو تنہائی میں بھی کبھی بور نہیں ہوتے۔ اگر بزرگ ہے تو ذکرِ الٰہی میں لگا رہے گا اگر شاعر ہے تو شعر و شاعری میں وقت لگائے گا۔ اگر آرٹسٹ ہے تو اپنے آرٹ کے اظہار کے لئے کوئی بہانے تلاش کرے گا۔ صحیح آدمی جس کے اندر اندرونی لذتیں پائی جاتی ہیں بور ہو نہیں سکتا۔ غالب نے خوب کہا ہے کہ

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو (دیوانِ غالب صفحہ:۱۹۴)

کہ اگر انسان اپنے اوپر غور کرے تو اپنی ذات میں خیالات کا ایک محشر ہے۔ جس طرح محشر میں مُردے اٹھائے جائیں گے اور ہزاروں لاکھوں کروڑوں اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ غالب نے کتنی سچی بات کی ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے خیالات کے لاکھوں کروڑوں مُردے دفن کر رکھے ہیں جو جاگ سکتے ہیں۔ اگر انسان میں شعور ہو اور ان کو جگائے اور اٹھائے تو ایک محشر بپا ہو جائے۔ وہ کہتا ہے ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو، تنہائی ہی کیوں نہ ہو ہمارے لئے تو انجمن ہی انجمن ہے۔ ہم اپنے خیالات میں کھو کر ان سے اپنی لذتیں حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک عابد ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ایک شاعر شعر و شاعری میں، ایک آرٹسٹ اپنے آرٹ میں۔ کچھ نہ کچھ کام کرنے کی عادت ہو، سلیقہ ہو تو انسان بور نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے آپ کو بیکار کیوں بناتے ہیں۔ آپ کے لئے بہت سے کام ہیں کرنے والے۔ مرکز سے رابطے کریں، ایسے حکومت کے اداروں سے رابطے کریں جو زبان سکھانے والے ہیں ان سے آڈیو، ویڈیو کی چیزیں حاصل کریں، مشینیں جن سے آپ کو زبان سیکھنے میں سہولت ہو، تعلّقات بڑھائیں فارم والوں کے پاس جائیں۔ ان کی مدد کریں ان سے کہو ہم سے بھی کام لو، ہم بیکار بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے فارمنگ سیکھیں، زبان سیکھیں۔ تعلقات بڑھائیں تو اس سے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے بھی بہت اچھے مواقع میسر آجائیں گے۔

تو ایک احمدی یعنی بیکار ہونا اور بور ہونا ایک بعید تصور ہے مجھے سمجھ نہیں آسکتی کہ کس طرح ایک احمدی بیکار اور بور ہوسکتا ہے۔ اس کے کام اتنے زیادہ ہیں دنیا میں کہ اگر وہ ان کاموں کا شعور ہی حاصل کرلے تو ہر جگہ وہ اپنے آپ کو مصروف سمجھے گا اور وقت کم دکھائی دے گا۔

حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ بیان فرمایا کرتے تھے تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اور ان کے طریقوں میں سے یہ بھی تھا کہ کوئی ہل چلا رہا ہے تو اس کے ساتھ چل پڑے اور اس نے کہا کہ میں ہل چلا رہا ہوں آپ نے کیا باتیں شروع کی ہوئی ہیں مجھے نہیں ہوش اس وقت۔ تو کہتے اچھا ہل مجھے پکڑا دو، چلو تم میرے ساتھ چلو۔ تو اس کا کام بھی ہو جاتا تھا اور اس کو تبلیغ کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ تو کتنا اچھا ایک نمونہ انہوں نے آپ کے لئے چھوڑ دیا۔ آپ یہاں زمینداروں کے پاس جانا شروع کریں، ہم آئے ہیں فلاں جگہ سے، ہم بھی اس ملک کا نمک کھا رہے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کا حق ادا کریں آپ لوگوں کے پاس کام ہے ہمیں بتائیں، کچھ نہ کچھ کام کریں اور کچھ اپنا کام لیں، تبلیغ شروع کر دیں، زبان سیکھنے کا موقع ہو تو وہاں ان سے زبان بھی سیکھیں غرضیکہ بہت سے ایسے ذرائع ہیں جن کو استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندگی نسبتاً بہتر صرف ہو جاتی ہے۔

اور پھر جب گھر سے چلے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم نے دینی مجبوریوں سے ہجرت کی ہے تو پھر اس کے تقاضوں کو نبھانا چاہئے۔ جس رستے کو اختیار کیا جائے اس کی تکالیف اور مشکلات کو پہلے ہی مدنظر رکھنا چاہئے ورنہ وہ لوگ جو یہاں بزدلی دکھائیں گے اور واپس جانے کی کوشش کریں گے؟ وہ باقی سب پناہ گزینوں کے معاملوں کو جھوٹا بنا دیں گے یہاں کی حکومت یہی تاثر لے گی۔ اس کو کیا پتا کہ کوئی شخص کس حد تک بور ہو گیا تھا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ تو محض بہانہ تھا اور جب وہ پناہ لے کے واپس جاسکتے ہیں اور ان کو کوئی خطرہ نہیں تو باقی سب کا بھی یہی حال ہوگا اس لئے یا تو قدم نہیں اٹھانا تھا جب اٹھایا ہے تو پھر اس کے تقاضے پورے کریں وفا کے ساتھ قائم رہیں۔ مشکلات ہیں تو برداشت کریں۔ چند دن کی مشکلات ہیں پھر اللہ کے فضل سے دن بدل جایا کرتے ہیں۔ اگر خدا کی خاطر صبر کریں گے تو اللہ آپ کی دعاؤں کو بھی قبول فرمائے گا آپ کی مشکلات کو آسان کر دے گا۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس پہلو سے بھی توازن دکھائیں گے اور بے وجہ اپنے آپ

کو کسی مایوسی سے مغلوب نہیں ہونے دیں گے۔ متوازن آدمی کی یہ خوبی ہوا کرتی ہے اس پر اندھیرے غلبہ نہیں کیا کرتے۔ اندھیروں کے وقت بھی اس کو روشنی دکھائی دیتی ہے اور روشنی بھی اس کو پاگل نہیں بنا دیا کرتی۔ بہت زیادہ بے ضرورت اطمینان نہیں دے گی۔ روشنی میں بھی وہ سمجھتا ہے کہ اندھیرے آنے والے ہیں اور بے وجہ روشنی سے دل نہیں لگا بیٹھتا کہ اندھیروں کے قابل بھی نہ رہے۔ بہادر شاہ ظفر کے شعر بعض بڑے موقع اور محل کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ وہ کہتا ہے۔

؎ جب چمن سے گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبلِ زار سے

کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے (کلیات ظفر)

کہ اے صبا اگر تیرا چمن سے گزر ہو تو میرا یہ پیغام بلبلِ زار سے دے دینا کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے۔ دراصل یہ بہادر شاہ ظفر نے اس زمانے کی سیاسی تبدیلیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ بادشاہ جو کسی زمانے میں سارے ہندوستان کا بادشاہ کہلاتا تھا اس نے سلطنتِ مغلیہ کا زوال دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ انگریز آرہے ہیں اور اب زمانے بدلنے لگے ہیں اب ہندوستان کی بہار خزاں میں تبدیل ہونے لگی ہے تو انہی مضامین کو پھر اس نے شعروں میں باندھا ہے۔ مگر بات بہت اچھی کی ہے اور یہی مومن کا مزاج ہے کہ جب وہ بہار دیکھتا ہے تو خزاں سے غافل نہیں ہو جایا کرتا۔ جب وہ خزاں میں ڈوبتا ہے تو ڈوب کر اس کا سانس بند نہیں ہو جاتا، وہ امید رکھتا ہے بہار کی اور یقین رکھتا ہے کہ دن بدلیں گے۔

یہ مزاج لے کر آپ کو یہاں زندہ رہنا ہے۔ پھر اپنی اقدار کی حفاظت بھی کرنی ہے، اپنی زبانوں کو بھی حفاظت کرنی ہے اور پھر ان کی زبانیں بھی سیکھنی ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی افراط تفریط سے بچنا ہے۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ اپنے بچوں کو اردو پنجابی یا پشتو جو بھی ان کی زبان ہے وہ نہیں سکھاتے اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمیں تو نہیں آئی لیکن ہمارے بچوں کو مقامی زبان آگئی۔ انگلستان میں بھی ایسے ہیں اور جرمنی میں بھی اور یہاں (سوئٹزرلینڈ) بھی ہوں گے لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ زبانیں کلچر کی حفاظت کیا کرتی ہیں۔ اگر آپ نے اپنی زبان بچوں کو نہ سکھائی اور دوسروں کی ہی زبان سیکھ کر رہ گئے اس خیال سے کہ یہ ملک ہمارا بننے والا ہے تو بہت سی آپ کی ایسی اخلاقی اقدار اور تمدّنی اقدار جن کا زبان سے تعلق ہے ان سے وہ بچے کٹ جائیں گے۔ زبانوں کو

حرفِ اظہار کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ زبانیں مزاج کی حفاظت کیا کرتی ہیں۔ وہ پٹھان جو پشتو کی حفاظت کرتے ہیں اکثر ان میں سے ایسے ہیں جن کی کلچر نہیں بدلتی اور پٹھانوں میں یہ خوبی ہے خاص طور پر کہ دنیا میں جہاں جائیں وہ اپنی زبان نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح Italians میں یہ خوبی ہے، اسی طرح Chinese میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں اپنی زبان کی حفاظت کرتے ہیں اور پھر زبان ان کی حفاظت کرتی ہے۔ زبان ان کے لئے حصار کھڑا کر دیتی ہے اور ان کی کلچر جہاں بھی جائیں قائم رہتی ہے۔ آپ امریکہ جائیں انگلستان جائیں آپ کو چائنا ٹاؤن ملیں گے، آپ کو اٹالین آبادیاں ملیں گی جس میں ان کے کلچر اسی طرح قائم ہے جس طرح اپنے ملک میں ہوا کرتی تھی۔ تو احمدی کے لئے جو پاکستان سے آتا ہے اردو کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ جب میں کہتا ہوں مقامی زبان سیکھیں تو ضرور سیکھیں اس کے بغیر آپ کا گزارہ نہیں ہے، اس کے بغیر آپ ان کو پیغام پہنچا ہی نہیں سکتے، اس کے بغیر آپ ان سے اپنائیت کا رابطہ نہیں کر سکتے۔ یہ آپ کو غیر سمجھیں گے، لیکن ان کو اپنانے کے لئے آپ تو غیر نہ ہو جائیں کہ اپنوں سے ہی جاتے رہیں۔ اس میں بھی توازن پیدا کرنا ضروری ہے۔ اُمَّةً وَّسَطًا بننا ہوگا آپ اپنی زبان کی بھی حفاظت کریں، اپنے کلچر کی حفاظت کریں اور پھر دوسروں کی زبانیں سیکھیں تو آپ کو کوئی خطرہ نہیں لیکن صرف ان کی سیکھتے رہ جائیں گے تو پھر آپ کو خطرہ ہے آپ کا تمدنی پسِ منظر آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اس سلسلے میں بعض دفعہ میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بچوں کو گھر میں وہ ابتدائی کتابیں بھی پڑھائیں جو آپ نے بچپن میں پڑھی ہوئی تھیں۔ مثلاً اردو پڑھاتے وقت پہلی میں جو کورس ہوا کرتے تھے اس میں بعض لطیفے تھے، بعض سبق آموز کہانیاں تھیں خواہ وہ پریوں بھوتوں کی ہوتی تھیں اس زمانے میں ایسی کہانیاں جوڑی جایا کرتی تھیں جن میں سبق ہوں تو وہ کہانیاں آپ نے پڑھی ہوئی ہیں، وہ لطیفے آپ نے پڑھے ہوئے ہیں اور آپ کو یہ یاد ہوگا کہ جب بھی آپ سے پہلے جن لوگوں نے وہ کتابیں پڑھی ہیں کوئی لطیفہ بیان کرتے ہیں تو دونوں کو ایک جیسا مزہ آتا ہے اور وہ ایک رستہ ہے جس نے دونسلوں کو باندھا ہوا ہے آپس میں۔ وہ تمدّنی پسِ منظر ہے جو زبان کے ذریعہ آپ کو میسر آیا ہے لیکن اگر کورس بدلنے شروع ہو جائیں جس طرح آج کل رواج چل پڑا ہے کہ ہر چوتھے پانچویں سال بنیادی کورس ہی بدل دیئے تو دونسلوں کے درمیان رابطے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کی

کتابیں اور، ان کی کہانیاں اور ان کے لطائف اور، ان کی نظمیں اور حالانکہ پرانے زمانے میں یہ خوبی تھی تعلیمی نظام میں کہ پچاس پچاس سال تک بھی ابتدائی بنیادی تعلیم کی کتابیں بدلا نہیں کرتے تھے اور ایک رسی میں ایک کے بعد دوسری نسل باندھی جاتی تھی۔ تو اس پہلو سے آپ نے جو کتابیں پڑھی ہیں شروع میں بچپن میں، وہ مہیا کرنے کی کوشش کریں اپنے بچوں کو وہ پڑھائیں۔ ان کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

پھر اور کلچرل باتیں ایسی ہیں جن کو آپ ان پر نافذ کر سکتے ہیں مثلاً بچپن کی کھیلیں ہیں۔ میرو ڈبہ کھیلا ہوا ہے آپ نے، آپ نے کوکلا چھوپا کی شب برات آئی یہ کھیلا ہوا ہے۔ آپ نے 'آتے ہیں آتے ہیں ٹھنڈے موسم میں، کئی قسم کے کِھد وکھیلے ہوئے ہیں۔ تو یہ ساری کھیلیں ہیں یہ بھی آپ کی نسلوں کے درمیان مضبوط رابطے قائم کرنے والی چیزیں ہیں۔ اس کے کھیل کے نام سے ہی فوراً آپ کو پرانی فضائیں یاد آجاتی ہیں، وہ موسم تازہ ہو جاتے ہیں جن میں کھیلا کرتے تھے۔ تو ان میں اپنے بچوں کو بھی شریک کریں۔ ورنہ ہوگا یہ کہ یہ آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ ایسی نسل بن کر اٹھیں گے کہ جن کی آنکھوں میں غیریت پائی جائے گی۔ وہ آپ کو اس طرح دیکھیں گے کہ پتا نہیں کس زمانے کے لوگ کہاں سے آگئے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں ان کی باتوں کو، نہ آپ اُن کی باتوں کو سمجھیں گے، نہ یہ آپ کی باتوں کو سمجھیں گے۔ اس لئے **زبان اور تمدّن کے روابط کو غیر معمولی اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ ان کی زبانیں بھی سیکھیں اور ان کے طور طریق بھی سیکھیں لیکن اپنے بچوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔** وہ بات نہ ہو کہ غالب کہتا ہے:

یہی ہے آزمانہ تو ستانا کس کو کہتے ہیں
عدو کے ہو لئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو (دیوان غالب صفحہ:۱۹۴)

یعنی تم اتنے غیر بن گئے ہو کہ غیر ہی کے ہو چکے ہو اس کو آزمائش نہیں کہا جاتا یہ تو بڑا دکھ ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کو غیر کا نہ ہو جانے دیں۔ ان کے ذریعہ آپ نے غیروں کے دل جیتنے ہیں یہ مقصد ہے جو آپ کے پیشِ نظر رہنا چاہئے۔ غیر قوموں کو اپنانے کے لئے یہ آپ کی رسیاں ہیں جو پھینکی گئی ہیں۔ ان کو پکڑ پکڑ کر غیر قومیں آپ کی طرف آئیں گی لیکن اگر آپ کے ہاتھ سے یہ رسی چھوٹ جائے پھر تو غیروں کے ہو گئے یہ سب کچھ۔ اس لئے ہر پہلو سے اپنے مزاج میں، اپنی ہوش

میں اپنے طور طریق میں اپنی نسلوں سے تعلقات میں غیروں سے تعلقات میں **اُمَّةً وَّسَطًا** بننے کی کوشش کریں۔ وہ امت جس کے سپرد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام بنی نوع انسان کی نگرانی کرتا ہوں۔ **تم اُمَّةً وَّسَطًا بنو تو میرے اس رسول کے شایانِ شان امت بن جاؤ گے جس کو میں اُمَّةً وَّسَطًا کا نگران بنا رہا ہوں۔ جس کو میں تم سب پر شہید بنا چکا ہوں۔** اگر تم ایسے بنو گے تو پھر خدا کا وعدہ ہے کہ میں ساری دنیا کی باگ ڈور تمہیں تھما دوں گا کیونکہ تم واقعی میرے نزدیک اس لائق ٹھہرو گے کہ تمام بنی نوع انسان کی نگرانی اور حفاظت کر سکو۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)